Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

فون: ۴۴۹ — ایڈیٹر: نسیم سیفی — رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۴۲-۷۷ | جمعرات ۱۹ شوال ۱۴۱۲ھ - ۲۳ شہادت ۱۳۷۱ہش - ۲۳ اپریل ۱۹۹۲ء | نمبر ۹۳

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ و امیر مقامی کی صحت کیلئے خصوصی درخواست دعا

جیسا کہ احباب کو علم ہے محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کچھ عرصہ سے بعارضہ قلب بیمار ہیں اور فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اب ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق آپ خدا کے فضل سے رُو بصحت ہیں۔ احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ محترم صاحبزادہ صاحب کی مکمل شفایابی اور درازی عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

قرارداد تعزیت

جماعت احمدیہ وان (اونٹاریو) کینیڈا

جماعت احمدیہ وان (اونٹاریو) کینیڈا کے ممبران نہایت عجز، انکساری اور ادب سے اپنے پیارے آقا اور مطاع سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حضرت بیگم صاحبہ کی افسوسناک وفات کے موقعہ پر اپنے دلی جذبات تعزیت پیش کرتے ہیں۔

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ ہماری روحانی ماں کے مقام پر تھیں۔ ہم ان کی وفات سے ایک مہربان، دعاگو اور شفیق اور محبت کرنے والی اور ہر چھوٹے بڑے کا خیال رکھنے والی ماں سے محروم ہو گئے ہیں۔ آپ جب بھی کینیڈا حضور انور کے ہمراہ آئیں، کینیڈا کے ہر چھوٹے اور بڑے افراد۔ خصوصیت سے مستورات اور ناصرات کے دلوں پر محبت کے انمٹ نقوش چھوڑ گئیں اور یہ نقوش ہمیشہ ان کی یاد میں ہمارے دلوں کو گرماتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ بھی ہماری شفیق اور مہربان ماں سے شفقت اور رحمت کا سلوک فرمائے۔

جماعت احمدیہ۔ ساہیوال

جماعت احمدیہ ساہیوال کے جملہ اراکین حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔

"ہم سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں
اور اسی کی طرف جانے والے ہیں"

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں دعا ہے کہ حضرت سیدہ کی مغفرت فرماوے اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لیوے اور جنت میں اپنے قرب کے درجات میں بڑھاتا جائے۔

ہمارے محبوب آقا ایدہ اللہ کا دُکھ کی اس گھڑی میں حامی و ناصر ہو۔ حضرت سیدہ کی صاحبزادیوں اور خاندان حضرت اقدس کے دیگر افراد کو اس عظیم صدمہ کو صبر سے برداشت کرنے کی توفیق دیوے۔

جماعت ہائے احمدیہ ضلع گوجرانوالہ

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی وفات پوری جماعت کے لئے ایک سانحہ ہے۔ مجلس عاملہ اور احباب جماعت ضلع گوجرانوالہ دلی تعزیت اپنے آقا کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہر آن حامی و ناصر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر ہمارے پیارے آقا اور بچیوں کو جو صبر جمیل عطا فرمایا ہے اس کو قبول فرماتے ہوئے اپنی رحمتِ خاص کا سایہ ہمیشہ اُن پر رکھے اور اُن کا ہر آن سہارا بنے۔

اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کے درجات کو بلند سے بلند فرماوے۔ ہم خاندان حضرت بانی سلسلہ کی خدمت میں دلی تعزیت عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس غم میں صبر جمیل عطا فرماوے۔

جماعت ہائے احمدیہ ضلع ملتان

جماعت اور امام جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ اس لئے افرادِ جماعت حضور کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر لمحہ حضور انور کا حافظ و ناصر ہو اور جس طرح ظاہری طور پر حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کو خدمتِ سلسلہ کی توفیق عطا ہوئی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ہم دعاگو ہیں کہ خدا تعالیٰ بچیوں کی خود حفاظت فرمائے اور ان کے دکھی دلوں کو سکینت بخشے اور صبر کی توفیق عطا ہو۔

ہم افرادِ جماعت ہائے احمدیہ ضلع ملتان حضور کے ارشاد کے مطابق مشیتِ ایزدی پر راضی ہیں اور حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی بلندی درجات کے لئے دعاگو ہیں، دیگر افراد خاندان سے بھی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں

جماعت ہائے احمدیہ ضلع بہاولپور

اس صدمہ جانکاہ پر ہم اپنے پیارے آقا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ ہو۔ اس مشکل مرحلہ پر معین و مددگار ہو اور اپنے خاص فضل و کرم سے حضور ایدہ اللہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ہم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی چاروں صاحبزادیوں، دونوں دامادوں حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا کی بہنوں بھائیوں، حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ حضرت سیدہ ام امۃ المتین صاحبہ، حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہمشیرگان نیز خاندان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے جملہ افراد سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جماعت احمدیہ ایبٹ آباد

ہم جملہ ممبرانِ مجلس عاملہ و اراکین جماعت احمدیہ ایبٹ آباد ہزارہ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی وفاتِ حسرت آیات پر گہرے دکھ اور درد کا اظہار کرتے ہوئے حضور کی خدمت میں اظہار تعزیت پیش کرتے ہیں اور افراد خاندان بانی سلسلہ سے بھی گہرے دکھ اور انتہائی غم کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم سب دُعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور صبر جمیل عطا فرمائے۔

جماعت احمدیہ میرپور خاص

حضور کی رفیقۂ حیات ہونے کے ناطے ذاتی، خاندانی اور جماعتی ذمہ داریاں جو عائد ہوئی تھیں۔ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ ان سے باحسن عہدہ برآ ہوئیں۔ سفر و حضر اور عُسر و یُسر نیز غریب الوطنی میں بشاشت اور وفاداری سے حضور کا ساتھ دیا۔ حضور کے بیرونی ممالک کے دوروں میں حضور کے ہمرکاب رہ کر خواتین جماعت کی بحیثیت مادرِ مہربان شفقت و محبت سے تربیت کی۔ صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان میں حضور کے ہمرکاب رہنے کا شرف پایا

ہمارے دِل آپ کی وفات پر غمگین اور حزیں ہیں مگر ہم اپنے رب کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا کرتے ہیں کہ وہ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کو اپنے قرب سے نوازے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، افراد خاندان حضرت بانی سلسلہ اور جملہ افراد جماعت کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔

جماعت احمدیہ جھنگ صدر

ہم ممبران جماعت احمدیہ جھنگ صدر حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی وفات پر گہرے دکھ اور غم کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت سیدہ صاحبہ نے حضور کا ہمیشہ بے حد خیال رکھا۔ خصوصاً جب حضور ربوہ سے لندن تشریف لے گئے تو ان غیر معمولی حالات میں حضرت سیدہ موصوفہ کی ذمہ داریوں میں بہت اضافہ ہوا۔ غیر ملکی دوروں کے

باقی صہ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۳ شہادت ۱۳۷۱ ہش ۲۳- اپریل ۱۹۹۲ء

خدا تعالیٰ کی روشنی

خدا تعالیٰ کا کم سے کم تصوّر تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ موجود ہے اور شاید ہم سے اور ہماری زمین سے دُور آسمانوں پر بیٹھا ہے۔ پیدا تو اسی نے سب کچھ کیا ہے لیکن اب وہ اپنی پیدا کردہ اشیاء میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا۔ اگرچہ دیکھتا ضرور ہے اور حتمی نتائج بھی وہی پیدا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ تصوّر نہایت کمزور تصوّر ہے۔ اگرچہ ہے یہ بھی مفید اور اثر انگیز۔ محض خدا کے وجود کا اقرار بھی انسانی زندگی کو راہِ راست پر ڈال سکتا ہے۔

لیکن حقیقی طور پر خدا کا تصوّر اس سے بہت زیادہ وسعت پذیر ہے۔ خدا موجود ہے اور وہ اپنی مخلوق میں اس طرح دلچسپی لیتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اس کے نہ صرف علم میں ہے۔ بلکہ اس کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ ہوائیں بھی وہی چلاتا ہے اور بادل بھی وہی برساتا ہے۔ جو شخص اس کی طرف چلتا ہے وہ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ جو اس سے مدد مانگتا ہے وہ اس کی جھولی اس طرح بھر دیتا ہے گویا چھپّر پھاڑ کے دیا۔ یہ وہ تصوّر ہے جو حقیقی طور پر انسان کے دماغ و دل میں ہر وقت موجود رہنا چاہیئے۔ بلکہ جیسے ہر وقت وسیع سے وسیع تر ہوتے رہنا چاہیئے۔ یہ وہ تصوّر ہے جس کو وسیع سے وسیع تر کر کے ہی انسان ترقی کی منازل طے کر سکتا ہے۔ یہ وہ تصور ہے جو اس کے لئے بلندیوں پر چڑھنے کے زینے مہیّا کرتا ہے۔

اگر ہم غور کریں تو آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ جس کا یہ تصوّر جتنا واضح ہے اور جتنا وسیع ہے اسی قدر اسکی زندگی کی کینوس وسیع ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے کہ یہ تصوّر ایک روشنی کی مانند ہے۔ جتنا یہ تصوّر واضح ہوگا اتنی ہی زیادہ روشنی ہمیں میسّر ہوگی اور ہم روشنی میں تیز قدموں کے ساتھ چل سکیں گے۔ اور چونکہ ہر شخص کا تصوّر اس کی اپنی سوچ سمجھ۔ سُوجھ بوجھ اور عقل و دانش ہی کے مطابق ہو سکتا ہے۔ اس لئے سب کا تصوّر ایک ہی معیار کا نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر شخص اپنے تصوّر میں بہتر تبدیلی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس روشنی کو روشن تر کر سکتا ہے۔

اگر ہم سب یہ کوشش کریں کہ ہم خدا کے تصوّر کی روشنی کو تیز سے تیز تر کرتے رہیں تو یقیناً ہماری زندگی نہ صرف کامیابیوں سے ہمکنار رہے بلکہ ہم ایسی ایسی کامیابیاں حاصل کریں جن کا کم تر روشنی والے لوگ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ اے خدا تُو ہمارے لئے اس روشنی کو ہمیشہ بڑھاتا رہ۔ اے خدا تُو ایسا ہی کر۔

کسی کے درد کا احساس اگر نہیں ہوتا
کچھ اور ہوتا ہے وہ چارہ گر نہیں ہوتا

دِلوں کو خُوئے محبّت سے آشنا بھی کرو
کہ سنگ باری تو کوئی ہُنر نہیں ہوتا

بہارِ حُسن تو ہوتی ہے ڈھلتی چھاؤں، مگر
خمارِ عشق کبھی مختصر نہیں ہوتا

تمہارے نعرے فلک تک پہنچ نہیں سکتے
مگر یہ گریۂ شب بے اثر نہیں ہوتا

خدا سے چشمِ بصیرت کی آرزو بھی کرو
بغیر اِس کے کوئی دِیدہ وَر نہیں ہوتا

دِلوں کے بھید سے واقف ہے وہ علیم وخبیر
وہ ایک پَل کے لئے بے خبر نہیں ہوتا

خُدا کے حُکم کے اور اس کی حکمتوں کے سوا
چمن میں پتّہ اِدھر سے اُدھر نہیں ہوتا

یہ بات تخت نشینوں کو کوئی بتلا دے
کہ تاج و تخت کا مالک بَشر نہیں ہوتا

ہر ایک پاتا ہے اپنے کئے کا پھَل نادرؔ
سُنا ہے نخلِ عمل بے ثمر نہیں ہوتا

نادرؔ قریشی

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"اخلاق ہی ساری ترقیات کا زینہ ہے۔ میری دانست میں یہی پہلو حقوق العباد کا ہے جو حقوق اللہ کے پہلو کو تقویت دیتا ہے۔ جو شخص نوعِ انسان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتا ہے خدا تعالیٰ اس کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک کام کرتا ہے اور اپنے ضعیف بھائی کی ہمدردی کرتا ہے تو اس اخلاص سے اس کا ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نمائش اور نمود کے لئے جو اخلاق برتے جائیں وہ اخلاق خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوتے اور ان میں اخلاص کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح پر تو بہت سے لوگ سرائیں وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ ان کی اصل غرض شہرت ہوتی ہے۔ اور اگر انسان خدا تعالیٰ کے لئے کوئی فعل کرے تو خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اُسے ضائع نہیں کرتا اور اس کا بدلہ دیتا ہے۔"

کبھی مانو گے تو منوا بھی لو گے
محبّت کا یہی ہوتا ہے دستُور
دعا یکطرفہ رستہ تو نہیں ہے
جو یہ سمجھے حقیقت سے ہے وہ دُور

ابوالاقبال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر حبیب اللہ خان

حضرت مولوی محمد ذوالفقار علی خان صاحب گوہر

مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب سے سرسری واقفیت تو اس وقت بھی تھی جب آج سے تقریباً ۶۲ سال پہلے میں آٹھویں جماعت میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں زیر تعلیم تھا اور بعض اوقات حساب کے سوالوں کے سلسلے میں آپ کے گھر جایا کرتا تھا۔ ان دنوں ہم دونوں کے مکان قریب قریب ہی تھے لیکن زیادہ واقفیت اور محبانہ قرب اس وقت حاصل ہوا جب میں مجلس کارپرداز کا ممبر تھا اور آپ اس مجلس کے سیکرٹری۔

آپ نے حال ہی میں اپنے والد محترم حضرت مولوی ذوالفقار علی خان صاحب کا منظوم کلام "کلام گوہر" کے نام سے شائع کیا ہے۔ ایک وقت تک حضرت ذوالفقار علی خان صاحب کا سارا کلام میرے پاس موجود تھا اور وہ اس طرح کہ محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب نے مجھے وہ ساری فائلیں جن میں آپ کا کلام تھا دے رکھی تھیں کہ ان میں سے انتخاب کر کے کلام گوہر شائع کروایا جائے نہ مجھے اور انہیں یعنی مولانا عبدالمالک خان صاحب کو اس کام کے لئے مل بیٹھنے کا موقعہ ملا اور نہ ہی ان فائلوں میں سے کوئی انتخاب کر سکا۔ چنانچہ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی جو محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب کے داماد ہیں نے اس کام کو اپنے ذمہ لینے کے لئے وہ فائلیں مجھ سے لے لیں۔ یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلے میں کیا مساعی کیں لیکن اچانک پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب کا انتخاب کردہ مجموعہ "کلامِ گوہر" کے نام سے شائع ہو کر سامنے آ گیا۔ اس کتاب میں محترم پروفیسر صاحب نے اپنے والد بزرگوار کے حالاتِ زندگی بھی تحریر کئے ہیں۔

گذشتہ روز پروفیسر صاحب از راہِ نوازش میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور مجھے وہ خط دکھایا جس کے متعلق چند روز پہلے آپ نے مجلس شوریٰ کے موقعہ پر ذکر کیا تھا۔ یہ خط محترم شیخ مبارک احمد صاحب کا لکھا ہوا ہے اور مجھے اس غرض سے دکھایا گیا کہ اس میں محترم شیخ صاحب نے پروفیسر صاحب کو لکھا ہے کہ میری طرف سے نسیم سیفی کو یہ پیغام دے دیں کہ کلام گوہر میں جو حالات تحریر کئے گئے ہیں انہیں یادرفتگاں کے عنوان سے الفضل میں شائع کر دیں۔ مجھے یہ پیغام پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی اور وہ اس لئے کہ میں نے دس پندرہ روز پہلے ان حالات کو الفضل میں شائع کرنے کے لئے فوٹو سٹیٹ کروایا تھا۔ اس وقت خیال تھا کہ دو چار روز میں شائع ہو جائیں گے لیکن جس کارکن کے سپرد یہ فوٹو سٹیٹ کاغذات کئے گئے انہیں اچانک لاہور جانا پڑا اور وہ ابھی تک لاہور ہی میں ہیں اب دو چار روز ہوئے مجھے خیال آیا کہ اس کارکن کے آنے میں تو شاید وقت لگے وہ کاغذات جو فوٹو سٹیٹ کروائے تھے اب کتابت کروا لینے چاہئیں چنانچہ دو چار روز ہوئے وہ کاغذات کتابت کے لئے دیئے جا چکے ہیں۔ گویا کہ محترم شیخ صاحب کا پیغام ملنے سے پہلے اس پیغام کے سلسلے میں کارروائی کی جا چکی تھی۔ یہ نوٹ اس لئے تحریر کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ خاکسار نے چاہا کہ اپنے دیگر دوستوں اور بزرگوں سے گذارش کروں کہ وہ بھی ایسی باتوں کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ کوئی خاص چیز جس کے متعلق وہ سمجھیں کہ ہمارے قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے اگر وہ ہماری توجہ دلائیں تو ہم اس کی اشاعت پر غور کریں گے۔ اگرچہ قبل از وقت یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ضروری نہیں کہ ہر وہ بات جس کی طرف کوئی دوست یا بزرگ اشارہ کریں وہ شائع بھی ہو سکے اس لئے کہ بہت اچھی اچھی چیزیں بھی بعض اوقات حالات کی زد پہ آ جاتی ہیں اور انہیں کسی نہ کسی وجہ سے روکنا پڑتا ہے لیکن بہرحال اگر دوست اور بزرگ اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون کریں جیسا کہ میں نے پہلے بھی اپیل کی ہے تو یقیناً خاصی تعداد میں اچھی اچھی چیزیں ہمارے قارئین کو ملتی رہیں گی۔

پیدائش و تعلیم۔ والد صاحب ۱۸۶۹ء میں بمقام رامپور پیدا ہوئے۔ والد کے انتقال کے وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ ان کے بڑے بھائی بندہ علی ان سے دو سال بڑے تھے وہ جوانی ہی میں فوت ہو گئے۔ باقی تینوں بھائی یعنی شوکت علی، نوازش علی اور محمد علی اور بہن احمدی بیگم ان سے عمر میں چھوٹے تھے۔ والد صاحب کی ابتدائی تعلیم بریلی میں ہوئی میٹرک پاس کر لیا تو علیگڑھ بھیج دیئے گئے۔ وہاں ایف اے تک تعلیم پائی۔ اس وقت گھر کی مالی حالت اچھی نہ تھی اس لئے کالج میں تعلیم جاری رکھنا مشکل ہو گیا تو ملازمت اختیار کر لی اس طرح چھوٹے بھائیوں کی تعلیم کی راہ ہموار ہو گئی۔

ملازمت۔ والد صاحب نے سرکار انگریزی کی ملازمت غالباً ۱۸۹۴-۹۵ء میں شروع کی ۱۹۰۲ء میں بعہدہ انسپکٹر آبکاری میرٹھ میں متعین رہے۔ پھر ۱۹۰۳ء میں نائب تحصیلدار کے عہدہ پر فائز ہوئے ۱۹۰۵ء میں سپیشل ڈیوٹی پر الہ آباد کے ضلع میں تعیناتی ہوئی۔ ۱۹۰۷ء تک وہاں رہے اور ترقی کر کے تحصیلدار ہو گئے۔ اس اثناء میں ریاست رامپور کو ان کی خدمات کی ضرورت محسوس ہوئی اس لئے وہ منتقل ہو کر رامپور پہنچ گئے جہاں نواب صاحب نے آبکاری کے محکمہ کا انصرام ان کے سپرد کیا۔ اس وقت اس محکمہ کا افسر اعلیٰ سپرنٹنڈنٹ کہلاتا تھا۔ والد صاحب اس عہدے پر ۱۹۱۸ء تک فائز رہے اور بڑی دیانتداری اور توجہ سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ نواب صاحب پر ان کے تقویٰ، پاکیزگی اور دیانتداری کا بڑا اثر تھا۔ اپنی حسن کارکردگی اور خاندانی وجاہت کے باعث وہ نواب صاحب کے درباریوں اور مقربین میں شامل رہے۔ اگر کسی وقت دربار میں حاضر نہ ہوتے تو نواب صاحب بسا اوقات انہیں گھر سے بلا بھیجتے اور ہمیشہ بڑی عزت سے پیش آتے۔

خدمتِ سلسلہ کا دور۔ اگرچہ والد صاحب رامپور میں ایک معزز عہدے پر فائز تھے خاندان میں بڑے سمجھے جاتے تھے اور سب عزیز و اقرباء احترام سے پیش آتے تھے والیٔ ریاست کے دربار میں بھی بڑی عزت تھی۔ ہر طرح کا آرام میسر تھا گھر میں نوکر چاکر بہت تھے اور بڑی خوشحال زندگی تھی تاہم وہ اپنے ماحول میں ایک طرح کی گھٹن محسوس کرتے تھے اور دل میں خواہش کروٹیں لیتی تھی کہ مرکز سلسلہ میں رہ کر خدمتِ دین میں زندگی بسر کی جائے۔ اس خواہش کے پیش نظر ہر سال جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار کرتے۔ جب ماہ محرم میں نواب صاحب عزاداری میں مصروف ہوتے تو رخصت لے کر قادیان جانے کی کوشش کرتے ۱۹۱۸ء میں جب حضرت فضل عمر نے زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی تو والد صاحب نے فوراً اپنا نام پیش کر دیا پھر ۱۹۲۰ء میں پنشن لے کر اور دنیوی عیش و آرام کو ترک کر کے قادیان کی چھوٹی سی بستی میں دھونی رما کر بیٹھ رہے اور فقیرانہ زندگی کو اختیار کر لیا۔ جو خدمت سپرد کی گئی اس کی سرانجام دہی کو اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے باعثِ برکت سمجھا۔ کئی سال ناظر امور عامہ رہے اور بعد ازاں ناظر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں نواب رضا علی خان والیٔ ریاست رامپور نے والد صاحب کی خدمات سے استفادہ کرنے کی خواہش ظاہر کی اور حضرت امام جماعت احمدیہ کو اس بارے میں مراسلہ بھیجا تو حضور کی اجازت سے ۵ سال رامپور میں گزارے لیکن وہاں دل نہ لگتا تھا۔ اس لئے استعفیٰ دیکر پھر مرکز سلسلہ میں آ بیٹھے۔ حضور نے تحریک جدید میں نظامت جائیداد اور تجارت کا کام سپرد کیا۔ جو والد صاحب نے تقسیم ملک تک سرانجام دیا۔ پاکستان آنے کے بعد چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ اس لئے مجبوراً جماعتی کاموں سے فراغت حاصل کر لی۔ سلسلہ کی خدمات کے دوران والد صاحب کو کئی مرتبہ اہم جماعتی وفود میں شمولیت کی عزت بھی حاصل ہوئی۔ مثال کے طور پر

۱۔ جون ۱۹۲۱ء میں لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند سے ملاقات (الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۲۱ء)

۲۔ فروری ۱۹۲۲ء میں شہزادہ ویلز کو تحفہ پیش کرنے کے لئے (الفضل ۲۷ فروری ۱۹۲۲ء)

۳۔ مئی ۱۹۲۴ء، دسمبر ۱۹۲۶ء، اور فروری ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے۔ ۴۔ ۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۷ء میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں شمولیت کے لئے اور مارچ ۱۹۲۸ء میں سائمن کمیشن سے ملاقات کے لئے جو نمائندہ وفود جماعت کی طرف سے بھیجے گئے ان میں والد صاحب ایک رکن کی حیثیت سے شامل ہوئے۔

سیرت اور خصائل۔ والد صاحب نہایت صفائی پسند تھے۔ بہت صاف ستھرا لباس زیب تن کرتے۔ ملازمت کے ابتدائی دور میں سوٹ پہنتے تھے لیکن بعد ازاں وفات تک شیروانی اور چوڑی دار پاجامہ پہنتے رہے۔ دونوں لباس ان کے جسم پر خوب سجتے تھے۔ طبیعت میں نفاست کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ان کی ہر چیز میں بڑا رکھ رکھاؤ اور سلیقہ نظر آتا تھا۔ مردانہ مکان میں جہاں وہ دوست احباب اور دوسرے لوگوں سے ملاقات کرتے تھے۔ ملاقات کا کمرہ نفیس فرنیچر، قالینوں اور پردوں اور اپنے مارے ہوئے شیر اور بارہ سنگوں کی کھالوں اور سروں سے سجا ہوا تھا۔ مہمان نواز بہت تھے۔ کوئی مہمان آتا تو اس کی خوب خاطر تواضع کرتے۔ نوکروں اور ماتحتوں سے خوش خلقی سے پیش آتے اور کبھی انہیں شکایت کا موقعہ نہ دیتے۔ خاندان کا بڑا ہونے کے لحاظ سے مناسب موقعوں پر سب عزیزوں کو دعوت دے کر بلاتے اور حسن سلوک سے پیش آتے۔ اس لئے سب ہی ان کا احترام کرتے تھے۔ ہمارا آبائی مکان بہت کشادہ تھا ایک عرصہ تک مولانا شوکت علی اور والد صاحب ایک ہی مکان میں رہے۔ بی اماں اور ہماری پھوپھو ملحقہ مکان میں رہتی تھیں۔ دونوں مکانوں کے درمیانی دروازے ہر وقت کھلے رہتے اور آنا جانا

باقی صفحہ ۵ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محمد محمود طاہر

صحافت مملکت کا چوتھا ستون

پیشتر اس کے کہ میں صحافت کی تعلیم اور اس کی افادیت کے متعلق آپ کو بتاؤں میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ صحافت کے بارے میں ایک تعارفی نوٹ معلومات بہم پہنچانے کی غرض سے آپ کے لئے لکھ دوں۔ تا یہ مضمون واضح اور مکمل ہو جائے۔

صحافت کیا ہے

صحافت کا لفظ صحیفہ سے نکلا ہے۔ جس کے لغوی معنی کتاب یا رسالہ کے ہیں۔ جدید اصطلاح میں صحیفہ سے مراد ایسا مطبوعہ مواد ہے۔ جو مقررہ وقفوں کے ساتھ باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔ چنانچہ تمام اخبارات اور رسائل صحیفے ہیں۔ اور جو لوگ ان کی ترتیب و تدوین اور تحریر سے وابستہ ہیں انہیں صحافی کہا جاتا ہے اور ان کے پیشے کا نام صحافت کہلاتا ہے۔ انگریزی میں صحافت کے لئے "جرنلزم" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

صحافت کی ترقی

اگرچہ صحافت کا فن اور پیشہ صدیوں پرانا ہے لیکن گزشتہ صدی میں وہ بنیادی ایجادیں ہوئیں جن سے قوموں اور انسانوں کے درمیان زیادہ گہرا رشتہ استوار ہوا اور انہیں کی بدولت صحافت نے ترقی کی تار برقی اور ٹیلیفون کی ایجاد نے مواصلات میں انقلاب پیدا کر دیا۔ خبر رساں اداروں نے جنم لیا اور خبروں کی فراہمی اور نشر و اشاعت میں تیزی پیدا ہوئی اور یوں اخبارات و جرائد ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو گئے۔ اس میں جہاں دوسرے عناصر کارفرما تھے وہاں حسین و جمیل طباعت کے نت نئے طریقوں نے بھی نمایاں حصہ لیا۔ ساتھ ساتھ صنعتی انقلاب نے بھی صحافت کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا اور صحافت نے طلب اور رسد کے درمیان ایک واسطے کا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔

آج کل صحافت کے معنی وسیع تر ہو گئے ہیں کیونکہ ریڈیو اور ٹیلی وژن کی ایجاد نے ابلاغ عامہ کے میدان میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ اور اخبار کے ساتھ ساتھ ریڈیو اور ٹیلی وژن بھی مؤثر ذریعہ ابلاغ بن گئے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر صحافت کے وسیع تر معنی ادا کرنے کے لئے موجودہ دور میں اس فن کا نام ابلاغیات یا ابلاغ عامہ رکھ دیا گیا ہے اور اب ایم۔ اے صحافت کی بجائے ایم۔ اے ابلاغیات کی ڈگری یونیورسٹی کی طرف سے دی جانے لگی ہے۔ انگریزی میں ابلاغیات کے لئے MASS COMMUNICATION کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

صحافت کی اہمیت

صحافت اور معاشرہ لازم و ملزوم ہیں صحافت معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے اور معاشرہ صحافت پر، اور صحافت کی اس بے پناہ ترقی کے اس دور میں معاشرے سے اس کا مضبوط رشتہ قائم ہو گیا ہے۔ صحافت کی وسعت اور ہمہ گیریت نے دنیا کے مختلف ممالک کی تہذیب و تمدن کو ایک دوسرے سے روشناس کروانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ رائے عامہ کی تشکیل کے لئے صحافت سب سے بڑا آلۂ کار بن چکی ہے اس لئے جمہوریت اور صحافت یک جان ہو چکے ہیں۔ صحافت کے ذریعہ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اسمبلیوں میں کیا ہو رہا ہے۔ ہماری سیاسی پارٹیاں کیا کر رہی ہیں؟ دنیا کی سیاست کیا رخ اختیار کر رہی ہے۔ امن و امان کی ملکی و غیر ملکی صورتحال کیا ہے؟ ان سب سوالوں کا جواب ہمیں صحافت سے ملتا ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر صحافت کو سلطنت کا چوتھا ستون قرار دیا جاتا ہے۔ نپولین بونا پارٹ نے اس کی اہمیت یوں بیان کی کہ "میں سو سنگینوں کی نسبت ایک اخبار سے زیادہ ڈرتا ہوں" اور برطانیہ کے جارج ہشتم نے ایک بار کہا تھا کہ "اخبار ٹائمز (LONDON TIMES) دریائے ٹیمز سے بھی زیادہ طاقتور ہے"۔ ان مندرجہ بالا سطور سے صحافت کی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے۔

پاکستان میں صحافت کی تعلیم

پاکستان میں صحافت کا مضمون تعلیمی اعتبار سے کافی پرانا ہے۔ سب سے پہلے پنجاب یونیورسٹی میں یہ مضمون شروع ہوا اور ابتداءً ڈپلومہ ان جرنلزم کی سند دی جانے لگی اور بعد میں ایم۔ اے صحافت شروع ہو گیا۔ اس مضمون کی اہمیت کے پیش نظر اب یہ ملک کے چاروں صوبوں کی یونیورسٹیوں میں پڑھایا جاتا ہے۔

صحافت کا مضمون B.A سے شروع ہوتا ہے۔ بی۔ اے میں داخل ہونے والے طلباء ELECTIVE مضمون کی حیثیت سے ۲۰۰ نمبر صحافت کے لئے مخصوص کر سکتے ہیں علاوہ ازیں بی۔ اے میں اختیاری مضمون کے طور پر بھی صحافت رکھی جا سکتی ہے جس کے ۱۰۰ نمبر ہوتے ہیں۔ ایم۔ اے میں داخلہ کے وقت اگر B.A میں ۲۰۰ نمبر کا مضمون رکھا ہو تو طالب علم کو اضافی ۵۰ نمبر دیئے جاتے ہیں اور اگر ۱۰۰ نمبر کا اضافی پرچہ بی۔ اے میں لیا جائے تو ایم اے کے داخلہ کے وقت ۲۵ اضافی نمبر طالب علم کے میرٹ میں شامل کر لئے جاتے ہیں۔ اگر بی۔ اے میں صحافت کا مضمون نہیں رکھا گیا تو اچھے نمبر لینے والے طلباء بھی میرٹ پر آ کر ایم۔ اے صحافت میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

پاکستان کی مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں میں ایم۔ اے صحافت یا ایم۔ اے ابلاغیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، کراچی یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی اور گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان، بلوچستان

یہ امر ذہن نشین رہے کہ صحافت چونکہ پیشہ وارانہ مضمون ہے اس لئے اس میں پرائیویٹ ایم۔ اے نہیں ہوتا۔

ایم۔ اے صحافت کی افادیت

یہ مضمون بہت ہی دلچسپ ہے اس مضمون میں ایم۔ اے کرنے سے بہت سے علوم کا علم حاصل ہوتا ہے مثلاً سیاسیات، معاشیات، عالمی تعلقات، اشتہاریات، تعلقات عامہ، ریڈیو ٹیلی وژن وغیرہ اور اس سے مطالعہ کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ ایم۔ اے کرنے کے بعد نسبتاً نوکری کی سہولیات بھی زیادہ میسر ہیں۔ مندرجہ ذیل مقامات پر نوکریاں مل سکتی ہیں۔ (۱) قومی و علاقائی اخبارات میں سب ایڈیٹر و رپورٹر (۲) رسائل و جرائد میں ایڈیٹر و رپورٹر (۳) ریڈیو (۴) ٹیلی وژن میں پروڈیوسر (۵) شعبہ تعلقات عامہ کے آفیسرز (۶) انفارمیشن آفیسرز (۷) مختلف ملکی و غیر ملکی قونصل خانوں میں ملازمت اگر انگریزی اچھی ہو۔ (۸) سول سروس میں روشن مستقبل (۹) اس کے علاوہ صحافی

باقی صـ۵ پر

بقیہ: صـ۱ سے آگے

دوران بھی سیدہ صاحبہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضور کی زندگی کے ساتھی کے طور پر ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں سے احسن طور پر عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشی۔

جماعت احمدیہ اوکاڑہ

ہم ممبران جماعت احمدیہ اوکاڑہ شہر۔ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی افسوسناک وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کا وجود جماعت کے لئے بے شمار برکتوں کا موجب تھا کیونکہ وہ ہمارے پیارے امام کی ہر لمحہ کی ساتھی تھیں اور اشاعت دین کے کاموں میں شریک بھی۔ اس قیمتی ہستی اور بابرکت وجود سے ہم سب محروم ہو گئے ہیں

جماعت احمدیہ واہ کینٹ

ممبران جماعت احمدیہ واہ کینٹ، حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضور کی صاحبزادیوں اور جملہ افراد خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ صاحبہ کو جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ہر لمحہ درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ نیز اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا حامی و ناصر ہو اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جماعت ہائے احمدیہ ضلع خوشاب

یہ صدمہ تو دل دہلا دینے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے سوائے صبر و رضا کے کوئی چارہ نہیں۔ مولا کریم سے التجا ہے کہ وہ اس عارضی مفارقت پر حضرت اقدس کو۔ بچوں کو۔ خاندان کے غم زدہ افراد کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے وہ خود ہی وارث اور کفیل ہو۔ ہر مرحلے پر حامی و ناصر ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈیل کارنیگی

بچوں کی تربیت

ہم اپنے بچوں، دوستوں اور نوکروں کے جسموں کی پرورش کرتے ہیں لیکن ہم ان کی خودی کی شاید ہی کبھی پرورش کرتے ہوں۔ ہم ان کی طاقت بڑھانے کے لئے انہیں بھنا ہوا گوشت اور سبزیاں کھلاتے ہیں، لیکن ہم انہیں تحسین و تعریف کے نرم الفاظ سے محروم رکھتے ہیں۔ جو ان کی یادوں میں سالہا سال تک صبح کے ستاروں کے گیتوں کی طرح کھنکتے رہیں۔

بعض قاری ان سطور کو پڑھتے وقت خیال کرتے ہوں گے۔ "یہ سب دقیانوسی بات ہے۔ خوشامد، چاپلوسی اور جھوٹ میں یہ سب حربے آزما چکا ہوں۔ یہ سب ناکارہ ہیں۔ خاص طور پر یہ سمجھ دار آدمیوں پر تو بالکل ہی بے اثر ہیں"۔

خوشامد سے سمجھ دار لوگ واقعی متاثر نہیں ہوتے۔ کیونکہ خوشامد اکثر خود غرضانہ بے خلوص اور سپاٹ ثابت ہوتی ہے۔ اسے بے اثر ہی ثابت ہونا چاہیئے۔ اور بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ بعض لوگ اتنے بھوکے ہوتے ہیں۔ کہ گھٹیا چاپلوسی کو بھی بڑی چاہ سے ہضم کر جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک فاقوں مرتا انسان گھاس تک کھا جاتا ہے۔

خوشامد سے تو ملکہ وکٹوریہ تک متاثر ہو جاتی تھی۔ ڈسرائیلی کا کہنا ہے کہ وہ ملکہ سے برتاؤ کرتے وقت بہت زیادہ خوشامد سے کام لیتا تھا اس کے اپنے لفظوں میں وہ اکثر "بڑے بھونڈے طریقے سے ملکہ پر

باقی صفحہ ۷ پر

بقیہ: صفحہ ۳ سے آگے

رہتا تھا۔ گویا سب کی ایک ہی فیملی کے طرز پر رہائش تھی۔ مذہبی اختلافات کی وجہ سے ہم نے کبھی گھر میں بدمزگی ہوتی نہیں دیکھی۔

والد صاحب کی طبیعت میں انکساری کے ساتھ ساتھ شگفتگی بہت تھی۔ ہر ایک سے نہایت خندہ پیشانی اور تپاک سے ملتے تھے۔ باتوں میں شیرینی اور مزاح کا پہلو ہوتا تھا جس مجلس میں چلے جاتے اسے باغ و بہار بنا دیتے۔ بچوں میں بچے بن جاتے اور جوانوں میں جوان۔ ان کی دل لگی اور کھیل میں مزے سے شریک ہو جاتے۔ سنجیدہ مجالس میں بہت باوقار لیکن مشفقانہ رویہ ہوتا۔

دلچسپیاں۔ والد صاحب کو شکار کا بہت شوق تھا۔ شیر کے شکار کے لئے ہاتھی پر سوار ہو کر جاتے۔ جنگل میں اونچے درختوں پر مچان بنواتے اور اس پر بیٹھ کر شیر کی آمد کا انتظار کرتے۔ قریب ہی میں کوئی جانور شیر کے لئے بندھوا دیا جاتا۔ ایک دفعہ راقم الحروف کو بھی جبکہ میری عمر ۷-۸ سال ہوگی ساتھ لے گئے۔ مجھے اندھیرے میں شیر کی آنکھوں کی چمک اب تک خوب یاد ہے۔ گھر میں رائفل بندوقیں پستول تلوار سب کچھ تھا۔ چھوٹے جانوروں کے لئے خود ہی کارتوس بنا لیا کرتے تھے۔ باغبانی کا بھی بہت شوق تھا۔ کروٹن کی بیسیوں اقسام کے پودے گملوں میں لگا رکھے تھے۔ مردانہ گھر ایک چھوٹے سے باغ کا نمونہ تھا جس میں کئی قسم کے پھولدار پودے اور بیلیں لگی تھیں۔

عطر لگانے کا بھی بہت شوق تھا۔ ہر قسم کا عطر استعمال میں رکھتے۔ پھلوں میں آم کے بڑے عاشق تھے۔ بڑے مزے لے لے کر کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے۔ رامپور آموں کا گھر تھا۔ والد صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں اور بعد ازاں حضور کے نائبین کی خدمت میں رامپور سے عمدہ قسم کے آم بھجواتے رہتے تھے۔ کھیلوں میں ٹینس اور کرکٹ کا شوق تھا۔ رامپور میں آفیسرز کلب میں خوب ٹینس کھیلتے تھے اور کلب کے روح رواں تھے۔ قادیان میں بھی کبھی سکول کے اساتذہ کے ساتھ کرکٹ کا میچ بھی کھیلتے۔

شعر و شاعری بھی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ اچھے شاعر تھے۔ نواب فصیح الملک داغ دہلوی کے اولین شاگردوں میں سے تھے۔ اپنے استاد سے بڑی عقیدت تھی۔ ان سے خط و کتابت بھی رکھی۔ ان کا کلام ہمیں بڑے شوق سے سناتے اور اس کی خوبیاں واضح کرتے۔ مولانا محمد علی جوہر نے اپنے ایک مکتوب بنام عبدالماجد صاحب دریا آبادی میں لکھا ہے۔

"میرے حقیقی بھائی ذوالفقار روزانہ داغ کے گھر جاتے تھے اور مجھے بھی لے جاتے تھے۔ داغ نے پہلے دن ہی پوچھا کچھ شعر بھی یاد ہیں۔ میری عمر بہت ہی کم تھی مگر بھائی نے کچھ اشعار یاد کرائے تھے۔ جنہیں میں نہایت شان سے کڑک کر پڑھا کرتا تھا میں نے داغ کے چند شعر اسے سنا دیئے۔ سن کر پھڑک اٹھے اور کہا اس کو میرے پاس لایا کرو۔ جناب والا! اگر اس کے بعد میں یہ دعویٰ کروں کہ میں شعراء سخن کی گود میں پلا ہوں تو بے جا نہ ہوگا۔"

احمدیت سے قبل تو والد صاحب کی شاعری کا وہی رنگ تھا جو اس دور کے دوسرے شعراء کا تھا۔ ان کے کلام میں غزلوں کے علاوہ مسلمانوں کی زبوں حالی، سرسید احمد خان کی تعلیمی سرگرمیوں اور علیگڑھ کالج کی تعریف کے متعلق نظمیں ملتی ہیں۔ لیکن احمدی ہو جانے کے بعد ان کی شاعری کا انداز بالکل بدل گیا اور اس میں مذہب سے والہانہ عقیدت اور مقصدیت کا عنصر غالب آگیا۔ مناجات اور طویل نعتیہ قصیدوں کے علاوہ سہرے اور مرثیے، غزلیں اور لوریاں لکھیں سلسلہ کی اہم تقریبات اور تحریکات کو منظوم کلام میں پیش کیا۔ جماعت کے سالانہ جلسوں کیلئے نظمیں لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں لیکن سب میں دین حق اور احمدیت کی عظمت کو ملحوظ رکھا اور اپنے سامعین اور قارئین میں ایثار قربانی اور ادائیگی فرض کے جذبہ کو ابھارنے کی کوشش کی ہے۔ شاعری کے روایتی موضوعات مثلاً خیالی محبوب کے حسن و جمال کا تذکرہ گل و بلبل کی داستان، ساغر و مینا کی توصیف وغیرہ قریباً ناپید ہیں۔ انگریزی شعراء کی بعض نظموں کو اردو قالب پہنایا لیکن اس طرف زیادہ توجہ نہ دی کیونکہ یہ چیز بھی ایک رنگ میں شاعری برائے شاعری کے ضمن میں آتی ہے۔ ان کا سارا کلام تو محفوظ نہیں رہا۔ بہت سا تقسیم ملک کے ہنگامے کی نذر ہو گیا۔ لیکن جو بچ رہا اس میں ایک آدھ نظم فارسی کی بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی زبان سے بھی دلچسپی تھی۔

رئیس احمد جعفری نے اپنی کتاب "سیرت محمد علی مرحوم" جلد اول میں والد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "بہترین شاعر ہیں۔ تغزل میں اپنا رنگ سب سے الگ رکھتے ہیں۔ بوڑھے ہو چکے ہیں لیکن نہایت زندہ دل، ملنسار، شفیق، خلیق اور شوخ طبع بزرگ ہیں۔ صحت بھی ماشاء اللہ اچھی ہے۔ صحت کو اچھا رکھنے کے گر جانتے ہیں۔ جوانوں سے زیادہ محنت کرتے ہیں۔"

پاکستان میں آمد اور وفات۔ تقسیم ملک کے وقت والد صاحب دہلی میں تھے۔ یہ خدا کا بڑا احسان ہے کہ وہ بیوی بچوں سمیت بخیر و عافیت لاہور پہنچ گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ حکومت کی طرف سے انہیں ایک کوٹھی ایبرمال پر الاٹ ہوئی جس سے رہائش کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس وقت اسی کے لگ بھگ عمر تھی گھٹنوں میں درد رہتا۔ اوپر کا جسم بھاری ہونے کی وجہ سے چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا۔ بیشتر وقت لیٹے رہتے تھے۔ سب سے چھوٹی بیٹی کی شادی کے بعد وہ اپنے داماد کے گھر ہی منتقل ہو گئے اور وفات تک وہیں قیام رہا۔ انہیں کوئی خاص بیماری نہ تھی لیکن ہر وقت لیٹے رہنے کے باعث نظام ہضم بگڑ چکا تھا اور نقاہت رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی۔ اس طرح وہ کمزوری کا شکار ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آخری وقت آگیا اور ۲۶ فروری ۱۹۵۴ء کو بعمر ۸۶ سال مولائے حقیقی سے جا ملے (ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں) حضرت فضل عمر نے رتن باغ میں نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد نعش کو ربوہ لے جا کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ رفقاء میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کا وصیت نمبر ۵۷ تھا۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ اولین موصیوں میں سے تھے۔

والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ ان کی شخصیت کے کئی پہلو تھے اور ہر پہلو نہایت حسین تھا۔ خدا نے انہیں قبول احمدیت کی نعمت سے نوازا۔ دولت، عزت، مردانہ حسن، پاکیزہ اخلاق، شگفتہ مزاجی، ادبی ذوق، دین کا علم اور فہم سب کچھ عطا کیا۔ اولاد بھی بہت دی۔ انہوں نے چار شادیاں کیں ایک وقت میں دو بیویاں رہیں۔ چار بیویوں سے دو درجن کے قریب بچے ہوئے جن میں سے بعض کم عمری میں ہی فوت ہو گئے۔ ۱۹۲۰ء میں جب ترک وطن کر کے قادیان آئے تو آٹھ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ کثیر العیالی اور قلیل گزارے کے باعث قادیان کی زندگی بہت غریبانہ تھی۔ تاہم جس روحانی فضا میں وہ رہتے تھے اس سے پوری طرح مطمئن تھے۔ کسی سے اپنی تنگی کا شکوہ نہیں کیا اور صبر و استقلال اور خوشدلی سے فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔ طبیعت اس قدر غیور تھی کہ کبھی کسی بیٹے یا بیٹی سے کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ آخری وقت تک خدا ان کا کفیل رہا۔ اللہ تعالےٰ جنت میں انہیں اعلیٰ مقام عطا کرے اور اپنے جوار رحمت میں مدام رکھے۔

بقیہ: صفحہ ۴ سے آگے

حضرات خود اپنے اخبارات اور رسائل نکال کر بھی روزگار کا حصول کر سکتے ہیں۔

صحافی معاشرے میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ صحافی پورے ملک میں شہرت حاصل کرتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات

کشمیر ایکشن کمیٹی

کشمیر ایکشن کمیٹی پاکستان نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بطروس غالی کے اس بیان پر شدید ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے کہ جب تک کشمیر کے متعلق تمام پارٹیاں اس بات پر اتفاق نہ کریں کہ اقوام متحدہ کو اب اس سلسلے میں کوئی کردار ادا کرنا چاہیئے۔ اسوقت تک اقوام متحدہ کشمیر کے جھگڑے میں ہاتھ نہیں ڈالے گا۔ کشمیر ایکشن کمیٹی نے کہا ہے کہ ایسی بات کہہ کر بطروس غالی نے اس مسئلے کی جڑ پر تبر رکھ دیا ہے۔ کشمیر کمیٹی کے صدر ڈاکٹر میجر ریٹائرڈ مظفر شاہ لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ آج تک اقوام متحدہ کے کئے گئے فیصلے جن کی پابندی نہیں کی گئی ان کو دوبارہ اٹھائیں گے اور اقوام متحدہ کی ساکھ قائم رکھنے کے لئے ان فیصلوں پر عمل درآمد کروائیں گے لیکن مقبوضہ کشمیر کے متعلق بیان دے کر انہوں نے ہمیں مایوس کیا ہے بطروس غالی نے اقوام متحدہ کے چارٹر کی شق نمبر ۷ (سات) کی طرف اشارہ کیا تھا جسمیں یہ کہا گیا ہے کہ سیکرٹری جنرل صرف اسوقت کارروائی کر سکتے ہیں جب کہ ساری دنیا کا امن خطرے میں ہو انہوں نے کہا کہ اس موجودہ جھگڑے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں اس بات پر راضی ہوں کہ اقوام متحدہ اس کا فیصلہ کروائے۔ کشمیر ایکشن کمیٹی کے صدر نے کہا کہ ہمارا جھگڑا کوئی نیا جھگڑا نہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے یہ بھارت اور پاکستان دونوں کیطرف سے اقوام متحدہ میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ کی قرارداد کا ایک حصہ تو پہلے ہی لاگو کیا جا چکا ہے۔ یہ وہ حصہ ہے جسکا آغاز کار ہی جنگ بندی سے تعلق ہے اور پھر اسکے علاوہ ایک وقت میں یہاں اقوام متحدہ کے نمائندے بھی متعین کئے گئے تھے۔ یہ جھگڑا اقوام متحدہ کے ایجنڈے پہ رہا ہے۔ اور اسکے لئے کسی نئے ریفرنس کی ضرورت نہیں۔ اس بات کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بطروس غالی کو از خود اسکی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اس وقت خاص طور پر اس بات کی ضرورت ہے کہ کشمیر میں جو تشدد ہو رہا ہے۔ اور جسطرح معصوم لوگوں کا خون بہایا جا رہا ہے اسے روکا جائے۔

قیدیوں کا تبادلہ

وزارت خارجہ کے ایک نمائندے نے کہا ہے کہ حکومت اس بات پر غور کر رہی ہے کہ ہندوستان کی یہ درخواست منظور کر لی جائے یا اسے مسترد کر دیا جائے کہ ان چار پاکستانی فوجی افسروں کے بدلے جو راستہ بھول کر ہندوستان میں داخل ہو گئے تھے۔ کئی ایک ہندوستانی قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ اگرچہ ہندوستانی قیدیوں کی جن کی رہائی منظور ہے۔ تعداد تو نہیں بتائی گئی لیکن بہر حال یہ خاصی تعداد ہوگی۔ اگرچہ پاکستانی فوجی افسر اپنے باقاعدہ شناختی کارڈوں کے ساتھ پنجاب میں غلطی سے داخل ہوئے تھے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کی نیت خراب نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہونے کی وجہ سے انہیں حراست میں لے لیا گیا تھا۔ پاکستان ہندوستان کی اس درخواست پر غور کر رہا ہے۔ ہندوستانی پولیس نے یہ کہا ہے کہ پاکستانی جو ہندوستان میں اس طرح داخل ہوئے ہیں ان کی غرض جاسوسی کرنا تھی۔ پنجاب کا سرحد کا بارڈر تو بند کیا جا چکا ہے لیکن چونکہ ہندوستان پاکستان پر یہ الزام لگاتا ہے کہ وہ سکھ حریت پسندوں کی مدد کر رہا ہے اور یہ الزام ایسا ہے جسکی پاکستان بارہا تردید کر چکا ہے۔ اس لئے کسی شخص کا کسی صورت میں بھی بھول کر پاکستان سے ہندوستان میں پہنچ جانا ہندوستانیوں کے لئے قابل برداشت نہیں ہے۔ پاکستان ہندوستان پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ وہ پاکستان میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور کئی جگہوں پر جہاں بم پھٹے ہیں یہ کارروائی بھارتیوں کی ہے۔ ایک پاکستانی فوجی نمائندے نے بتایا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے سرحدی افسر گفت و شنید کے دوران یہ معاملہ طے نہیں کر سکے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ ان افسروں سے بالا ہے اور اس کا فیصلہ صرف وزارت خارجہ کر سکتی ہے۔

نئی کمیونسٹ پارٹی

بتایا گیا ہے کہ ماسکو کے قریب روسی کمیونسٹوں نے ایک خفیہ اجلاس میں اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ ایک نئی یونائیٹڈ کمیونسٹ پارٹی کی تشکیل کی جائے۔ اسکے اغراض و مقاصد میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ سوویت کمیونسٹ پارٹی جسے ختم کیا جا چکا ہے اسکی جگہ لے۔

روسی ٹیلی ویژن نے یہ بات بتائی ہے۔ یہ نئی تنظیم جو ماسکو کے قریب ہی کسی جگہ پر بنائی گئی ہے دراصل اس سوویت پارلیمنٹ کو دوبارہ بحال کرنا چاہتی ہے۔ جسے اب ختم کیا جا چکا ہے۔ اور اس کا یہ بھی مقصد ہے کہ تمام فوجوں کو ایک کمان کے تحت رکھا جائے۔ اور معاشرے کو سوشل اور کمیونسٹ بنایا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ کمیونزم کے تجربے کی ناکامی کے بعد سوویت یونین بھی ختم ہو چکی ہے اور کمیونسٹ پولیٹیکل پارٹی بھی۔ لیکن کچھ لوگ ابھی تک ایسے بھی موجود ہیں جو اس ناکامی کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ سسٹم کی ناکامی نہیں ہے۔ بلکہ افراد کی ناکامی ہے۔ اگر غلط قسم کے افراد آگے نہ آجاتے تو کمیونزم کا سسٹم کامیابی کے ساتھ چلایا جاسکتا تھا۔ اگرچہ ایسے لوگ تعداد میں تو کم ہیں۔ لیکن وہ کسی نہ کسی طرح چھپ چھپا کر یہ کوشش کر رہے ہیں کہ موجودہ نظام کو ختم کر کے دوبارہ پرانا کمیونسٹ نظام لایا جائے۔ چونکہ ساری دنیا اس بات سے مطمئن ہے کہ کمیونزم کا خاتمہ ہو چکا ہے اور نئی جمہوریتیں تشکیل پا چکی ہیں۔ اسلئے اس بات کا امکان بہت کم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے کہ کمیونزم کا سسٹم دوبارہ واپس لایا جاسکے گا۔

یاسر عرفات کو حادثہ

کہا جاتا ہے کہ مسٹر یاسر عرفات کے ہوائی جہاز کے گم ہونے کی خبریں تو امریکہ میں بڑی بڑی شہ سرخیوں کے ساتھ دی گئیں۔ لیکن جب ۱۵ گھنٹے کے بعد ان کے جہاز کا سراغ مل گیا اور وہ صحیح سلامت پائے گئے (اگرچہ انہیں کچھ زخم آئے) تو امریکہ کے اخبارات اور ریڈیو وغیرہ نے چند سطری خبریں دیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ کے عرفات کے متعلق کیا جذبات ہیں۔ یاسر عرفات نے گذشتہ روز اپنے آپ کو لیبیا کے ٹیلیویژن پر پیش کیا اور معمر قذافی کو بتایا کہ وہ خدا کے فضل سے ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ٹیلیویژن پر وہ مسکراتے ہوئے دکھائے گئے اگرچہ اس وقت وہ مصراطہ طرابلس کے مشرق میں واقع ایک ہسپتال میں داخل تھے۔ اور ان کی دائیں آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اور دائیں کنپٹی پر خراشیں نظر آ رہی تھیں۔ ٹیلی ویژن پر جو منظر دکھایا گیا وہ یاسر عرفات اور قذافی اور قذافی کے فرزند سیف الاسلام سے گفتگو کرنے کا منظر تھا۔ جب قذافی نے عرفات سے ان کی صحت کے متعلق پوچھا تو ایک ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر بتایا کہ ان کی چھاتی پر بھی کچھ خراشیں آئی ہوئی ہیں۔ قذافی نے اس موقعہ پر مزاح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عرفات سے کہا کہ آپ کو رات کے وقت ہوائی سفر کرنے کی عادت ہے تو دیکھا اس کا کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ جہاں تک جہاز کے حادثے کا تعلق ہے قذافی نے اس بات کا وعدہ کیا کہ وہ تحقیقات کروائیں گے۔ اس حادثے والے جہاز کو تلاش کرنے کے لئے چودہ ہوائی جہاز۔ متعدد ہیلی کاپٹر اور درجنوں موٹر گاڑیاں مصروف عمل تھیں اور ۱۲ گھنٹے تک انہوں نے انتہائی کوشش کی جسکے نتیجے میں جہاز کا سراغ مل سکا۔ لیبیا کے وزیر صحت نے بتایا کہ اب عرفات خطرے سے باہر ہیں۔ ان کی کسی ہڈی کو نقصان نہیں پہنچا اور یہاں ہسپتال میں انہیں تھوڑے عرصے کے لئے رکھا جائے گا۔ جب عرفات سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ جہاز کے پائلٹ اور پائلٹ کے ساتھی اور انجنیئر اس حادثے میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ آٹھ افراد کو زخم آئے ہیں۔ جن میں سے پانچ افراد کے زخم خطرے کی گھنٹی بجاتے ہیں۔ ○

آپ کا خط ملا

مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے لکھتے ہیں:

۱۔ الفضل جلد ۷۵/۴۰ شمارہ ۶۴ بابت ۱۶ مارچ ۱۹۹۰ء میں مکرم منصور احمد صاحب تاثیر نے اپنی والدہ ماجدہ محترمہ امۃ السلام صاحبہ راجیکی کے بارے یہ تحریر کیا ہے کہ وہ حضرت مولانا غلام نبی صاحب مصری کی بہو تھیں۔

حضرت مولانا غلام نبی صاحب میرے بزرگ استاد میرے ہمسایہ تھے۔ آپ کے ننھیال کا مکان بھی قریب ہی تھا۔ ہم سبکو معلوم ہے کہ حضرت مولانا غلام نبی صاحب کی کوئی اولاد نہ تھی اور مکرم مولوی محمد احمد صاحب نعیم ان کے بیٹے نہیں تھے۔ تاریخی لحاظ سے جس بات کا علم ہو جائے کہ غلط ہے۔ اسکے متعلق نوٹ ضرور الفضل میں شائع ہونا چاہیئے۔

۲۔ قبل ازیں موضع تلونڈی جھنگلاں کے بزرگ رفیق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کے بارے میں ان کی کسی عزیزہ نے الفضل میں میری کتاب کی جلد سے استنباط کر کے یا حوالہ دے کر لکھا تھا ان کے سابق گاؤں میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ان کی ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے جو خلاف واقعہ بات ہے۔

مکرمہ مسز آر۔ یو باجوہ صاحبہ آپ کا خط مل گیا ہے۔ ہم صحت و تندرستی کے سلسلہ میں مضامین تو شائع کرتے ہیں۔ وہ بھی مستند حکماء یا ڈاکٹروں کے۔ لیکن نسخے شائع نہیں کرتے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مریض حکیم یا ڈاکٹر سے مل کر نسخہ حاصل کرے۔

آپ نے جو نسخے تحریر کئے ہیں۔ ان کے لئے آپ کا شکریہ۔ (ادارہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غلام مصطفیٰ تبسم

کھیل اور کھلاڑی

سکواش میں پاکستان کی مسلسل گیارھویں کامیابی

یوں تو دنیائے سکواش میں کئی بڑے ٹورنامنٹس منعقد ہوتے ہیں جنہیں جیتنا کھلاڑیوں کے لئے ایک بہت بڑے اعزاز کی بات ہے لیکن برٹش اوپن سکواش چیمپئن شپ جو دنیائے سکواش کی سب سے قدیم اور عظیم چیمپئن شپ ہے کی بات ہی کچھ اور ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس چیمپئن شپ کو جیتنے کے لئے ہر کھلاڑی بے چین و مضطرب نظر آتا ہے۔ خوش قسمتی سے پاکستان جہاں اس کھیل کے فروغ کے لئے زیادہ انتظامات موجود نہیں کے ہاشم خان نے ۱۹۵۰ء میں یہ چیمپئن شپ جیت کر دنیائے سکواش کو باور کرا دیا تھا کہ پاکستان میں بھی ایسے کھلاڑی موجود ہیں جو سکواش کی دنیا میں اپنا رنگ جما سکتے ہیں اس کے بعد روشن خان، محبّ اللہ خان اور قمر زمان خان نے بھی اس چیمپئن شپ کو جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔

لیکن جہانگیر خان نے صرف ۱۶ برس کی عمر میں برٹش اوپن جیت کر تمام دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر جس انداز میں عالمی ریکارڈ بنایا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ کھلاڑی آئندہ چل کر بھی کوئی نہ کوئی کارنامہ انجام دے گا اور ایسا ہی ہوا جہانگیر اس چیمپئن شپ کو مسلسل دس بار جیتا لیکن اب کی بار وہ کمر کی تکلیف کے باعث اس چیمپئن شپ سے دستبردار ہوگیا ایسے میں برٹش اوپن سکواش چیمپئن شپ کا تمام دارومدار جان شیر خان پر آن پڑا۔ گو جان شیر خان گذشتہ دو برس سے مسلسل جہانگیر خان کے مقابل فائنل کھیل رہا تھا لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک کی کامیابی کی صورت میں فتح پاکستان ہی کو نصیب ہوتی تھی لیکن اس مرتبہ جان شیر خان تنہا ہی مخالف کھلاڑیوں کو اپنے جاندار کھیل سے زیر کرتا ہوا میدان مارنے میں کامیاب و کامران رہا۔

جنوبی افریقن کرکٹ ٹیم ۲۰ سالہ پابندیوں کے خاتمے کے بعد اب خود کو منوانے میں لگی ہوئی ہے۔ پابندی کے خاتمے کے فوری بعد جنوبی افریقی ٹیم نے بھارت کا دورہ کیا۔ اسی دورے میں تین ایک روزہ میچ کھیلے گئے۔ جسمیں جنوبی افریقہ کے کھلاڑیوں نے ایک روزہ میچوں کی پہلی فتح دہلی میں کھیلے گئے دن رات کے میچ میں شاندار طریقے سے حاصل کی۔ دورہ بھارت کے فوری بعد "سپرنگ بوک" نے ورلڈ کپ میں شاندار کھیل پیش کیا اور اگر بارش کے قوانین آڑے نہ آتے تو جنوبی افریقہ پہلی ہی شرکت میں ورلڈ کپ فائنل میں شرکت کا بھی حقدار ٹھہرتا۔ سیمی فائنل میں شکست کے باوجود جنوبی افریقی کھلاڑیوں کا جس قدر والہانہ استقبال وطن واپسی پر ہوا وہ یقیناً سپورٹس مین سپرٹ کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

جنوبی افریقہ کی ٹیم اب ویسٹ انڈیز کے دورے پر ہے یہ جنوبی افریقہ کا ویسٹ انڈیز کا پہلا دورہ ہے۔ اس دورے میں جنوبی افریقہ نے تین ایک روزہ میچوں اور ایک ٹسٹ میچ میں شرکت کرنا ہے۔ جنوبی افریقہ کے کرکٹ حکام نے ورلڈ کپ سکواڈ میں صرف ایک تبدیلی کی ہے۔ زخمی برائن میکمیلن کی جگہ کوری وان زیل کو ٹیم میں شامل کر لیا گیا ہے ویسٹ انڈیز کرکٹ ٹیم جس نے پہلے ایک روزہ میچ میں جنوبی افریقہ کو ۷ اپریل کے روز کنگسٹن جمیکا میں شکست سے دوچار کیا کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ۷ اپریل کو سبینا پارک کنگسٹن کے دورے کے آغاز میں ہی جنوبی افریقہ کو ۱۰۷ رنز کی بڑی لیڈ کے ساتھ شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ کیپلر ویسلز کا ویسٹ انڈیز کو پہلے کھیلنے کی دعوت دینا مہنگا پڑا۔ دوسری وکٹ کی عمدہ شراکت نے ویسٹ انڈیز کی فتح کو آسان بنا دیا۔ برائن لارا نے ۵۰ اور فل سیمنز نے شاندار ۱۲۲ رنز بنائے سیمنز کے ۱۲۲ رنز میں ۵ چھکے ۱۲ چوکے بھی شامل تھے۔ کپتان رچرڈسن نے ۳۰ رنز بنائے۔ مگر وہ جتنی دیر کریز میں رہے عوام کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے رہے۔

ویسٹ انڈین تماشائیوں نے ورلڈ کپ میں ناکامی کا ذمہ دار رچرڈسن کو قرار دیتے ہوئے ان کیخلاف مسلسل شور برپا کئے رکھا۔ ویسٹ انڈیز نے جنوبی افریقہ کو ۵۰ اوورز میں ۲۸۷ کا ٹارگٹ دیا مگر جنوبی افریقہ کے کھلاڑی ٹارگٹ پورا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور ۴۲ء۲ اوورز میں صرف ۱۸۰ رنز بنا کر ۱۰۷ رنز سے میچ ہار گئے۔ ورلڈ کپ میں عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے اوپننگ بیٹسمین اینڈریو ہڈسن نے ۵۰ رنز بنائے جبکہ آل راؤنڈر کروینج نے ۴۲ رنز بنائے۔ جنوبی افریقہ کے سٹار بیٹسمین پیٹر کرسٹن صرف ۱۵ رنز بنا سکے۔ جنوبی افریقہ کی طرف سے کوئی بھی باؤلر کفایتی باؤلنگ کا مظاہرہ نہ کر سکا۔ ڈونلڈ نے ۲ وکٹیں ۷۴ رنز کے عوض حاصل کیں۔ ویسٹ انڈیز کے امبروز اور پیٹرسن نے کفایتی اور عمدہ باؤلنگ کی۔ امبروز نے ۷ اوورز میں ۲۰ رنز دیئے مگر وکٹ حاصل نہ کر سکے جبکہ پیٹرسن نے ۷ اوورز میں صرف ۱۷ رنز دے کر ۲ وکٹیں حاصل کیں۔

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

خوشامد کی تہوں کی تہیں چڑھا دیتا تھا"۔ لیکن ڈسرائیلی نہایت مہذب شائستہ اور ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے سلطنت برطانیہ پر کئی سال تک حکومت کی وہ اپنے فن میں بے نظیر تھا۔ ضروری نہیں کہ جو چیز اس کے کام آتی تھی۔ وہ ہمیں بھی کام دے انجام کار خوشامد فائدے کے بجائے زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ خوشامد ایک کھوٹا سکہ ہے اور اگر آپ اسے ہر وقت چلاتے رہنے کی کوشش کرتے رہیں تو یہ آپ کو ایک دن مصیبت میں مبتلا کر سکتا ہے۔

پھر خوشامد اور تحسین میں کیا فرق ہے؟ جواب بہت آسان ہے ان میں سے ایک بے غلوص اور ایک جھوٹی بات ہے۔ ایک دل کی آواز اور ایک زبانی جمع خرچ ہے۔ ایک خود غرضانہ اور دوسری بے لوث ہے ایک کو ہر جگہ پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور دوسری کو نفرت کی نگاہ سے۔

حال ہی میں مجھے شہر میکسیکو میں چاپولٹی پیک کے محل میں جنرل اوبریگن کے مجسمے کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے نیچے جنرل اوبریگن کے یہ فلسفیانہ الفاظ کندہ ہیں۔

"حملہ آور دشمنوں سے مت گھبراؤ لیکن خوشامدی دوستوں سے ڈرو" آپ نے جو کچھ سمجھا تھا غلط تھا۔ میں خوشامد کا مشورہ ہرگز نہیں دے رہا ہوں۔ میں اس سے دور بھاگتا ہوں۔ میں ایک نئے طریقہ زندگی کی بات کر رہا ہوں۔ مجھے یہ الفاظ دہرانے کی اجازت دیجئے۔ میں واقعی ایک نئے طریقہ زندگی کی بات کر رہا ہوں۔ شہنشاہ جارج پنجم نے بکنگھم محل میں اپنے مطالعے کے کمرے میں چھ اصول لکھوا کر لٹکا رکھے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا۔ "مجھے نہ نیاز مندی سکھاؤ نہ سستی چاپلوسی" خوشامد کی صحیح تعریف یہی ہے۔ سستی چاپلوسی۔

میں نے ایک مرتبہ کہیں خوشامد کی تعریف پڑھی تھی جسے یہاں دہرانا ضروری ہے اور وہ یہ ہے۔ "خوشامد کے معنی ہیں دوسرے آدمی کو ٹھیک ٹھیک بتانا کہ آپ خود اس کے متعلق کیا سوچتے ہیں"۔

جب ہم کسی مسئلے پر غور نہیں کر رہے ہوتے تو بسا اوقات ہم اپنے وقت کا بیچانوے فی صدی عصر اپنے متعلق سوچ بچار میں صرف کرتے ہیں۔ اگر ہم ایک لمحے کے لئے اپنے متعلق سوچنا بند کر دیں اور دوسرے شخص کی خوبیوں پر غور کرنا شروع کر دیں تو ہمیں سستی اور جھوٹی چاپلوسی اختیار نہ کرنی پڑے کہ جو لبوں پر آنے سے پہلے ہی مہنگی ہو جاتی ہے

ایمرسن کا قول ہے کہ "جو آدمی بھی مجھ سے ملتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح مجھ سے بہتر ہوتا ہے۔ جب میں اس شخص کی بہتری اور عظمت پر اظہار مسرت کرتا ہوں تو وہ شخص میرا دوست بن جاتا ہے"۔

اگر یہ طریقہ ایمرسن جیسے عظیم المرتبہ انسان کے لئے مفید تھا۔ تو کیا یہ میرے اور آپ کے لئے ہزار درجے مفید نہیں ہو سکتا؟ آیئے ہم اپنے کارناموں اور اپنی ضرورتوں کا ذکر چھوڑ دیں اور دوسرے شخص کی خوبیوں کو شمار کریں خوشامد اور چاپلوسی کی کوئی ضرورت نہیں بس اتنا کافی ہے کہ لوگوں کی خوبیوں پر جی بھر کے داد دیجئے اور جی کھول کر تعریف کیجئے۔ لوگ آپ کے الفاظ کو پسند کریں گے۔ ایک بے بہا خزانے کی طرح انہیں دل میں محفوظ رکھیں گے اور زندگی بھر ان کو دہراتے رہیں گے۔ وہ آپ کو بھول سکتے ہیں لیکن وہ آپ کے ان لفظوں کو سالہا سال تک دہراتے رہیں گے۔

قرآن کریم کا بغور مطالعہ

سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الثالث) فرماتے ہیں:۔

"اگر تم قرآن کریم کا غور سے مطالعہ کرو گے۔ اس کو سمجھو گے اس کے علوم کے حصول کے لئے اپنے رب سے دعائیں کرتے رہو گے تو تمہیں وہ علوم عطا کئے جائیں گے کہ دنیا کے سارے عالم تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے"

(خطبہ جمعہ الفضل ۱۷ اگست ۱۹۶۶ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

○ جرمنی کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ اپنے دونوں حصوں کو متحد کر کے ایسی طاقت بن جائے گا۔ جو یورپ کے لئے خطرے کا باعث ہو۔ لیکن ایک وفد نے جو پاکستان آیا ہوا تھا بتایا کہ اب جرمنی یہ چاہتا ہے کہ یورپ کے دیگر ممالک کے ساتھ زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کے پروگراموں پر عمل کیا جائے اور انسانی بہبود کے کاموں کو زیادہ توجہ کا مستحق سمجھا جائے۔

○ سعودی عرب امریکہ سے اواکس AWACs خریدنا چاہتا ہے۔ لیکن یہودی لابی بش انتظامیہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی ہے کہ سعودی عرب اپنا اسلحہ بنگلہ دیش اور بعض دیگر ممالک کو فروخت کر دیتا ہے۔ اس لئے اواکس سعودی عرب کو نہ دیئے جائیں۔

○ امریکہ میں اخلاقی جرم کی رفتار خاص طور پر عورتوں سے زیادتی پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔

○ نیشنل پارٹی کا اپوزیشن کو دھمکی کے خلاف احتجاجی جلوس۔ سیٹیں چھوڑی تھی نہ چھوڑیں گے۔ حزب اختلاف پر عوام کو حکومت کے خلاف اکسانے کا الزام۔ ڈھاکہ میں حکمرانوں کا اپنی نوعیت کا انوکھا جلوس۔

○ بطروس غالی کے دورہ بھارت پر مقبوضہ کشمیر میں مکمل ہڑتال ہوئی۔ کشمیری عوام کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کشمیریوں نے عالمی ادارے کے سربراہ کو اپنے جذبات سے آگاہ کر دیا۔

○ اندرون سندھ ڈاکوؤں نے دس شہریوں کو قطار میں کھڑا کر کے گولیوں سے اڑا دیا۔ مسلح ڈاکو منیار کی کے گاؤں میں داخل ہوئے اور ۱۳ افراد کو اغوا کیا اور بچے اور ایک دو افراد کو چھوڑ کر فائر کھول دیا۔

○ امریکہ نے بھارت کو روس سے ملنے والی ٹیکنالوجی رکوا دی ہے۔ روس نے امریکہ کا اعتراض مان لیا۔ امریکہ بھارت تعلقات میں گڑبڑ ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ بات بی۔ بی۔ سی نے کہی ہے۔

○ بتایا گیا ہے کہ سوویت یونین کے ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد جن گیارہ ریاستوں نے آزادی کا اعلان کیا تھا اور جنہیں اب کونسل آف انڈی پنڈنٹ سٹیٹس کہا جاتا ہے۔ ان کے وزرائے اعلیٰ جس میٹنگ کی تیاری کر رہے تھے وہ بعض نامعلوم وجوہ کی بناء پر منسوخ کر دی گئی ہے۔

○ افغانستان کے سابق صدر نجیب اللہ کو اگرچہ افغانستان چھوڑ کر کسی دوسرے علاقے میں جانے کی اجازت تو مل گئی ہے۔ لیکن اقوام متحدہ کے نمائندے بینن سیوان نے بتایا ہے کہ ان کو ملک سے باہر لے جانے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئی ہیں۔

○ لیبیا کے صدر معمر قذافی نے گذشتہ روز مصر کے صدر حسنی مبارک سے ملاقات کی اور اس مشکل کے متعلق کھل کر بات کی۔ جس میں لیبیا اس وقت مبتلا ہے۔

○ برما چھوڑ کر جانے والے مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ان کی اکثریت بنگلہ دیش کی طرف رخ کرتی ہے۔ اگرچہ عالمی برادری کوشش کر رہی ہے کہ برما کی حکومت ان لوگوں کو برمی شہری تسلیم کرتے ہوئے ان کو برما میں رہنے کی اجازت دے لیکن حالات اتنے مخدوش ہیں کہ مسلمانوں کے لئے برما میں رہنا مشکل ہو رہا ہے۔ ان میں سے بہت سے لوگ چین چلے گئے ہیں۔ اور بہت سے لوگ بنگلہ دیش اور یہ عمل ابھی تک جاری ہے۔

○ چین میں جو ڈاکو گاڑیوں پر ڈاکہ ڈالتے تھے انکے ایک بہت بڑے گروہ کو حراست میں لے کر فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان میں سے چودہ اشخاص کو موت کی سزا دی جائے گی۔ اگرچہ پکڑے تو زیادہ لوگ گئے ہیں۔ لیکن ان کے چودہ سرغنوں کو یہ سزا دی جائے گی۔ بڑے شہروں کے اردگرد بسنے والے گاؤں کے کسان ہیں اور شاہراہوں پر ڈاکے ڈالنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی زمینوں سے اتنی پیداوار حاصل نہیں کر سکے۔ جتنی ان کی خوراک کے لئے ضروری ہے۔

خط وکتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

وقفِ اولاد کے والدین کے لئے ضروری اعلان

احباب جماعت میں سے ایسے والدین جن کے بچے خدمت دین کے لئے وقف اولاد کے تحت وقف ہیں اور ان بچوں نے اس سال میٹرک کا امتحان دیا ہے یا دے رہے ہیں۔ وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو اطلاع دیں تاکہ ان کے وقف اور آئندہ کے پروگرام کے بارہ میں ان بچوں سے براہ راست بھی خط وکتابت کی جا سکے۔ اس بارہ میں وکالت دیوان کی سابقہ چٹھی کے نمبر اور تاریخ کا حوالہ ضرور دیں۔

وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ

اعلان گمشدگی

لاگ بک گاڑی تھانہ ربوہ ۲۰ اپریل ۹۲ء کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے رات لاری اڈہ ربوہ سے لے کر چونگی نمبر ۳ تک گم ہو گئی ہے جس شخص کو ملے وہ براہ مہربانی نگری پٹرولیم سروس احمد نگر پہنچا کر شکریہ کا موقع دیں۔

جائیداد کی خرید و فروخت

اگر آپ ربوہ میں پلاٹ، مکان یا کوٹھی خریدنا یا فروخت کرنا چاہتے ہوں تو ہم سے رابطہ فرمائیں

Farooqs

3-E MAIN MARKET GULBERG II LAHORE

TELE — 871317 — 871327

جدید ہومیوپیتھی

کیوریٹو سسٹم (CURATIVE SYSTEM) ہومیوپیتھی کی جدید ترین (MODERN) صورت ہے۔ محض چھوٹی طاقت (۳۰ پوٹینسی یا اس سے کم) کے چند مرکبات تو یورپ اور ایشیا کی کئی کمپنیاں پیش کرتی ہیں لیکن ٹنکچر (Q) سے لے کر ۶، ۳۰، ۲۰۰، ۱۰۰۰، دس ہزار اور لاکھ طاقتوں (POTENCIES) میں ۵۰۰ مکمل اور مختصر کورسز میں عام استعمال کی انسانی، حیوانی اور پولٹری ادویات کا ایک نظام صرف ہم پیش کرتے ہیں۔ پرانی، ضدی، بار بار حملہ کرنے والی اور پیچیدہ امراض کے مکمل کورسز، رہنما لٹریچر کے ساتھ ایسا آسان طریقہ علاج مہیا کرتے ہیں کہ ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں ایلوپیتھ ڈاکٹر اور یونانی طبیب بھی ان سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔ عام پڑھے لکھے لوگ بھی استفادہ کر سکتے ہیں

مفصل لٹریچر ہر شہر کے کیوریٹو سٹاکسٹوں سے مفت یا ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر بذریعہ ڈاک طلب کریں۔

کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی (رجسٹرڈ) ربوہ فون ۶۰۶، ۶۰۷، ۷۷۱

حبوب مفید اٹھرا

چھوٹی شیشی ۱۶ روپے، بڑی شیشی ۴۸ روپے

اکسیر اولاد نرینہ (کورس)

مکمل کورس ۱۵۰/- روپے

زدجام عشق خاص

چار صد اسی (۴۸۰) روپے

ناصر دواخانہ ربوہ فون ۶۳۴